"Conflicts of Civilization and analysis of Iqbal"

تہذیبوں کا تصادم اور فکرِ اقبال

نمرہ ذاکر

ایم ایس ریسرچ سکالر

گورنمنٹ کالج فار ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

MS Research Scholar

Govt College for Women University,Sialkot

Email: nimrazakir123@gmail.com

Abstract

Globalization, civilization and world order are synonymously showing fluctuation. World order understood by golabalization and in return it is followed by civilization which incorporates into world order. Coexistance of difference civilization &.globalization is now progressively blurring which selects various characteristics of civilizations,Islamic civilization also affected characteristics among different civilizations. It is globalization by changing conditions and requirements . Muslim history can be categorized in three periods with the natural and fascinating manner in which the third category shows indulging character of Western civilization. All this is criticized and analyzed by iqbal in this article

بدلتی تہذیبوں کا تصادم:

دنیا مسلسل ترقی کی طرف گامزن ہے ہر آنے والا وقت اپنے ساتھ تحرک اور تبدلیاں لے کر آتا ہے۔ ہر معاشرہ دوسرے معاشرے سے اثر قبول کرتا ہے انسانی تہذیب کا ایک ایسا جزء لاینفک ہے۔ جس کا مطالعہ اور پاس کرنا انسانی تہذیب کی بنیاد اور ارتقاء کی تفہیم کے لیے اشد ضروری ہے۔ تاریخ بغیر انسانی تہذیب ایک مذاق بن کر رہ جائے گی جس کی ابتداء اور ارتقاء کے بارے میں معلومات مبہم نظر آئیں گے۔ انسانی تہذیب کو تاریخ سے جدا کرنے سے انسانی تہذیب ہر وقت اجنبی اور نئی لگے گی اور اس کی جڑیں جو ماضی سے پیوست ہیں آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ اس طرح تہذیبوں سے وابستہ مسائل کا صحیح ادراک تب تک ناممکن ہے جب تک ہم ان مسائل سے جڑی تہذیبوں کا بغور مطالعہ نہ کر لیں۔

ابتدائے زمانہ سے لے کر موجودہ زمانے تک تہذبوں میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تہذیبوں کے تقاضے اور خصوصیات میں بھی تغیر و تبدل رونما ہوتی رہی ہیں۔ تہذیبوں کے عروج و زوال کا سلسلہ بھی ابتدائے آفرینش سے جاری ہے لیکن اسلام کے ابتدائے زمانہ سے لے کر اب تک جس تہذیب کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ وہ اسلامی تہذیب ہے۔

تہذیبی اور فکری انداز سے مسلم تاریخ کو اختصار سے تین ادوار میں پیش کیا ہے۔

پہلا دور: وہ دور تھا جس کی بنیاد حضورﷺ نے رکھی یہ سنہری دور تھا جس میں فکر و عمل اور عقیدہ اکائی کی بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ اس دور کو امتیازی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اسلامی تہذیب اس میں نقطہ عروج پر تھی۔

دوسرا دور: مسلمانوں کی فتوحات سے شروع ہوتا ہے یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہوئے بڑی بڑی تہذیبوں تک پہنچے۔ مسلمان جزیرۃ العرب سے نکل کر دوسرے علاقوں اور ملکوں کو فتح کرنے لگے۔ ایران، مصر اور مشرقِ وسطیٰ کے مسکن تھے۔ یہاں قدیم ایرانی تہذیب، عیسایت اور یونانی تہذیب ایک چیلنج بن کر سامنے آئی۔ مسلمان یہاں پر فاتح تھے لہٰذا ان کی تہذیب دوسری تہذیبوں کو اپنے اندر سمونے میں کامیاب ہو گئی اور اسلامی تہذیب کو عروج نصیب ہوا۔

تیسرا دور: مغرب کی بیداری اور ترقی کے نتیجہ میں جدید اور تازہ چیلنج تہذیب اور فکر کے حوالے سے آیا۔ اس تہذیب میں اور قدیم تہذیب میں نمایاں فرق تھا۔ قدیم تہذیبوں کا چیلنج فلسفہ اور نظام فکر کا چیلنج تھا لیکن جدید تہذیب کا چیلنج سائنس اور ٹیکنالوجی کا ہے۔ اس نئے چیلنج میں مغربی تہذیب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس نئی تہذیب کی چکا چوند روشنیوں سے تمام تہذیبیں متاثر ہوئیں۔ تمام دنیا اس حصار میں کھو گئی جو کہ بدقسمتی سے ہم بھی اس کے سحر میں گرفتار ہو گئے۔

نئی تہذیب کے بدلتے ہوئے تقاضوں نے جہاں دنیا کو بدل کر رکھ دیا وہاں برصغیر پاک و ہند بھی دنیا کے بدلتے ہوئے حالات سے متاثر ہوا۔ ابن خلدون، علامہ اقبال، علامہ تیمیہ جیسی شخصیات نے اس موضوع پر قلم آزمائی کی

ڈاکٹر بشارت علی (استاد شعبہ عمرانیات کراچی یونیورسٹی) نے ابن خلدون کے مقدمہ پر ریسرچ کی ہے جو اس نے اسباب عروج زوالِ امم کے بارے میں اختیار کیا ہے

مغربی تہذیب کی توسیع ثقافتی تقلید سے شروع ہوتی ہے اوراس کا آغاز انگریزوں کے مغرب میں آنے سے شروع ہوتا ہے۔

> **مشرق و مغرب کا باہمی تعارف بہت قریب سے اس وقت ہوا جب کہ انیسویں صدی میں سیاسی یا اقتصادی مفاد کی خاطر اپنا آہنی اور مضبوط ہاتھ مشرق کی طرف بڑھایا اور اپنا ہاتھ یکے بعد دیگرے مشرقی ممالک پر مسلط کیا اوراس کے اپنے تمدن، صنعت، سائنس اور کلچر کے ساتھ یلغار کی اور اپنے طرزِ حکمرانی کے اچھے اور برے پہلوؤں میں اس مشرق کو دبوچ لیا جو تمدن اور جنگی صنعت میں بہت پیچھے تھا مشرق کو حملہ کی دہشت نے بہت دنوں تک تو اس کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ مشرق کو ذرا گہرائی کے ساتھ دیکھ سکتا اوراس کے اصول، جواہر و کمالات سے فائدہ اٹھا سکتا۔،، ۲**

یہ وہ موقع تھا جب مغرب نے سامراجیت کا سہارہ لیا اسی سامراجیت کے دور میں مسلم امہ کی کشتی کو سہارہ دینے کے لیے عالمِ اسلام کی کئی عبقری شخصیتوں نے اہم کردار ادا کیا۔ان میں **شیخ محمد عبدالوہاب، شاہ ولی اللہ دہلوی، سید جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہ، سید قطب** وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

ڈاکٹر محمد اقبال ان چند مفکروں میں شمار ہوتے ہیں جو مشرقی اور مغربی تہذیب کی روح سے بدرجہ اتم واقف ہیں اوران دونوں تہذیبوں پر علمانہ اور شرح وسط کے ساتھ تبصرہ کرتے ہیں۔ پیدائش اور نسل کے اعتبار سے اقبال مشرقی تہذیب سے وابستہ ہیں مگر فکری اور ذہنی جستجو کی بنا پر وہ ہمیشہ مغربی تہذیب کے بالکل قریب رہے۔عالمِ اسلام میں جن عبقری شخصیتوں نے مغرب کے بے لگام سیلاب کا مقابلہ کیا ان میں اقبال کا نام نمایاں ہے

مولانہ ابوالحسن ندوی انہیں مشرق کا سب سے زیادہ بالغ نظر مفکر سمجھتے ہیں۔مولانہ ابوالحسن کی رائے میں

> **ان انقلابی ناقدین میں سب سے زیادہ نمایاں نام علامہ محمد اقبال کا ہے جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ تعلیمِ جدید نے اس صدی کے اندر ان سے بہتر نمونہ پیش نہیں کیا۔ان کو جدید مشرق کا بالغ نظر مفکر کہا جاتا ہے۔مشرق کے اہلِ نظر اور ذہین افراد میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے مغربی تہذیب وافکار کا اتنی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور اس قدر جرآت سے تنقید کی ہو ۳**

اقبال مغربی تہذیب سے خائف نہیں ہیں اور نہ وہ اس سے حذر کرتے ہیں بلکہ تخیل کی عبارت کے ساتھ ساتھ ایک دانشور اور مصلح کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔اقبال خیالی دنیا میں حکمت کی گھتیاں سلجھاتے نظر نہیں آتے بلکہ ساتھ ہی مغربی تہذیب کے سیل بے پناہ کی زد میں پوری انسانیت کو دیکھ کر مضطرب ہو جاتے ہیں۔اقبال نہ کسی سلطنت کے دباؤ میں آئے اور نا جامد مذہبی تصور جو صرف رسوم تک محدود ہوتا ہے کے حامی رہے اور نہ ئی مغربی تہذیب کے مقلد اور پیروکار ثابت ہوتے ہیں اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اقبال صرف حق کی تقلید کرتے ہیں۔

؎ کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہ ابلہِ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند ۱

اقبال کے نزدیک مذہب اور تمدّن باہم حلیف ہیں یعنی دو متجاذب قوتیں جن کا وجود ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہے اور اسلام انہی دو قوتوں کا پیدا کردہ ہے۔اقبال مذہب اور تہذیب کو ایک ہی سکے کے دو پہلو قرار دیتے ہیں جن کو الگ الگ کرنا کسی تخریب کاری سے کم نہیں۔اقبال نے نظریہ تغیر پر پائیدار اور زندہ قوموں کا انحصار ظاہر کیا ہے وہ قرآن کے تناظر میں کہتے ہیں کہ تغیر ایک ایسی زبردست حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو ایک قوم کی پائیداری کو ظاہر کرتی ہے۔قدیم قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کیوں کہ انہوں نے اس اہم حقیقت کی طرف توجہ نہ دی۔اقبال واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ تغیر اقوام کی طاقت ہے اور محض نظریوں پر کوئی قوم یا تہذیب قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس میں طاقت قائم نہ ہو۔

؎ زندگی اقوام کی بھی ہے یوں ہی بے اعتبار
رنگ ہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار
ایک صورت میں نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدت سے ہے ترکیب مزاج روزگار ۲

مغربی تہذیب عقل کی پیروکار ہے مغربی فکر کے چیلنج کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے جو تہذیب بنی وہ عقلیت پر منحصر ہے یعنی جو بات عقلیت کے دائرے سے باہر ہے اس کی کوئی وقعت نہیں۔مغربی تہذیب میں مقداریت کا عنصر پایا جاتا ہے۔اس میں مقداریت کو اقدار پر ترجیح دی جاتی ہے۔

؎ تہذیب کا کمال شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش ۳

اس طرح مغربی تہذیب کا چیلنج صرف افکار ونظریات تک محدود نہیں تھا بلکہ تمام زندگی کی عملی حقیقت کو متاثر کرنے اور بدلنے والا چیلنج تھا۔موجودہ زمانے میں اہمیت ان باتوں کی ہے جنہیں ماپا جاسکے۔اقبال ان الفاظ میں واضع کرتے ہیں۔

جہاں مغرب کے بت کدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں

ہوس کی خوں ریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیار کی نمائش ۴

اقبال کے نزدیک اقدار کی پامالی اور اقدار کیبر تری ہر جگہ کار فرما ہوگی اور یہ تمام سرِ عام ہوا کرے گا۔

اقبال نے اقدار اور مقدار کو اپنے خطبات میں تفصیل سے پیش کیا ہے۔عقل کی حدود کیا ہیں؟ کیا وہ زمان ومکاں کے اندر محصور ہے؟ مذہب، فلسفہ اور سائنس کا باہمی تعلق کیا ہے اور وہ تجربہ جسے ہم مذہب کہتے ہیں اس کی صحت اور سند کیا ہے؟ اقبال نے ان تمام بحثوں کو اپنے خطبات (تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ) میں بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر

فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر ۵

اقبال نے تہذیب سے منسلک اقدار وخصوصیات کو اپنے خطبات میں احسن طریقے سے بیان کیا ہے اقبال نے اپنے خطبات میں تقدیر کے متعلق، وقت کے متعلق، جبر واختیار کے متعلق اور اجتہاد کے متعلق سوالات اٹھائے ہیں۔اقبال اس بات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ حقیقت کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ایک دوام اور ثبات کا پہلو اور دوسرا تغیر اور تبدیلی کا پہلو۔

اقبال کے نزدیک ایک حقیقت اللہ تعالیٰ کی حقیقت ہے جو دائمی حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الآن کما کان

یعنی حقیقت ویسی ہی تھی جیسی ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

دوسری حقیقت میں تغیر اور تبدیلی کا پہلو ہے جس کی ہر روز نئی شان ہے۔ارشادِ ربانی ہے۔

کل یوم ھو فی الشان

گویا حقیقت کے دوام وثبات کا پہلو زمان ومکاں میں جب ظاہر ہوتا ہے تو اس میں تغیر وتبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

اقبال اجتہاد کو دوسری حقیقت قرار دیتے ہیں۔اجتہاد میں صورت یہ ہے کہ بنیادی اصول واقدار قائم اور ثابت ہیں لیکن زمانہ بدلتا رہتا ہے۔یہ تاریخ کی حرکیت ہے کہ جب زمانہ بدلے گا تو پیداواری رشتے اور طریقے بدلیں گے۔معاشی اور معاشرتی روابط تبدیل ہوں گے۔یہ تمام بحث اجتہاد سے متعلق معنوں کو بہت وسیع کر دیا ہے۔اور ایسا معلوم ہونے لگا ہے جیسے ہر انسانی فکر اجتہاد ہے۔اور ہر شخص کر سکتا ہے۔اقبال سائنسی دور کی ٹیکنالوجی سے عاری نہیں لیکن وہ اس کے ساتھ ساتھ انسانی قدروں کی بھی اہمیت دیتے ہیں۔جو انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف عطا کرتی ہیں۔تشکیلِ جدید الہیات، میں اقبال لکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب کے زیر اثر انسان میں تہذیب واقدار بتدریج ختم ہو رہی ہیں۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے

کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ عیار ہوگا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگی ۶

مغربی تہذیب کا محبوب نظریہ جمہوریت ہے۔اقبال اسلامی نظریہ کے متمنی تھے۔مگر اقبال کو اس بات کا گہرا دکھ تھا کہ مسلمانوں نے اسلامی جمہوری نظام اپنانے کی بجائے مغربی جمہوری نظام اپنانے کی بجائے مغربی جمہوری نظام کو پسند کیا۔

اقبال مغربی جمہوریت کے اس طریق کار کے مخالف تھے جس کی وجہ سے قوم کے صالح اور عاقل افراد مجلس آئین ساز میں داخل نہیں ہو سکتے ۷

اقبال اس پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ے جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندے گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے ے

اقبال مغرب کے اس نظام کو کہن اور دھوکا قرار دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو مغربی تہذیب کی ظاہری خوبصورتی کے بجائے اس کی اندرونی غلامی اور بدصورتی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ے مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری ے

اقبال کے نزدیک مغربی تہذیب اندر سے کھوکھلی ہے اسکی تابناک شعائیں اندر تک سرایت کر جاتی ہیں۔ یہ دیکھنے سے ہی حسین ہے باطنی طور پر مفاد پرستی کے سوا کچھ نہیں وہ اس کی برملا تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ے مجھے تہذیبِ خاضر نے عطا کی ہے آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری ۸

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

ے تو نے کیا دیکھا نہیں کیا مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندر سے چنگیز سے تاریک ۹

اقبال قوم پرستی کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اسے صرف مسلم امہ کے لیے ہی موت قرار نہیں دیتے بلکہ مغرب کے زوال شمار کرتے ہیں۔ اقبال قوم پرستی کو نئی تہذیب کا تراشا ہوا نیا بت مانتے ہیں اور اس کو اسلام کا کفن کہتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

ے اس دور میں مے اور ہے جام ہے اور
ساقی نے بنائی نئی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور ۱۰

اقبال مسلمانوں کو وطن سے منسلک کرنے کی بجائے قومیت سے منسلک کرتے ہیں اور ان تمام نقائص اور کمزوریوں کو بیان کرنے کے بعد بڑی جرآت سے مغربی تہذیب کے بارے میں اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک اس کا انجام بھی زوال پذیر تہذیبوں سے مختلف نہیں۔ اقبال تہذیبِ حاضر میں اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب سے متصادم نظریات کو بیان کرتے ہیں۔

ے حرارت سے بلد کی بادۂ تہذیب حاضر میں
بھڑک اٹھا بھبھوکا، بن کے مسلم کا تنِ خاکی

حیات تازہ اپنے ساتھ لذتیں لائی کیا کیا
رقابت، خودفروشی، ناشکیبائی، حوس ناکی ۱۱

اقبال ابلیس کے نظریات کو مغربی تھذیب سے منسلک کرتے ھیں وہ کہتے ہیں اے مسلمان! اگر تیرے ہاتھ سے دین آزاد ہو جائے تو ایک تو خسارہ تیرہ مقدر ہوگا دوسرا تو بلیس کا کارندہ بن جائے گا اقبال مسلمانوں کی تہذیب کو ہی ان کے دین کی بقا قرار دیتے ہیں۔

ے   دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت

ہے ایسی تجارت میں مسلمانوں کا خسارہ

اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسہ

ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا ہے سہارہ [۱۲]

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقبال کی فکر اصلاحی فکر ہے وہ بذاتِ خود ایک تحریک ہے جو مشرقی اور اسلامی تہذیب کے نشاۃ الثانیہ کی متمنی ہیں اقبال نہ تو قدامت کا داعی ہے نہ جدت کا پیامبر وہ صرف اصلاحِ مسلمِ امت کا خواہاں ہے۔ اقبال مغربی تذیب کے مفکر نہیں بلکہ وہ اس کی مستند خصوصیات کو اپنانے کے قائل ہیں۔ اقبال کے نزدیک دنیا کے اطوار میں جدت آتی رہے گی زمانے کے انداز بدلتے رہیں گے تہذیبیں ملاوٹ کا جام پیتی رہیں گی لیکن ایک تہذیب جو اپنی روانی اور بقا نہیں کھوئے گی وہ ہے اسلامی تہذیب۔

حوالہ جات

۱۔ علامہ عبدالرحمٰن، ابنِ خلدون، مقدمہ ابنِ خلدون، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۷ء ص ۱۹۸

۲۔ مولانا ابوالحسن ندوی، مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، مجلسِ تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، ۱۹۸۱، ص ۱۵

۳۔ مولانا ابوالحسن ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۱۱۱

۴۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ایجوکیشنل بک ہاؤس (اردو) علی گڑھ، ۱۹۹۵، ص ۳۱۳

۵۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۱۵۱

۶۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۲۴

۷۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال،

۸۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۵۷۱

۹۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۱۴۱

۱۰۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۷، ص ۱۸۹

۱۱۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۶۱۱

۱۲۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۲۵۰

۱۳۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۱۴۷

۱۴۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۱۶۰

۱۵۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۱۷۵

۱۶۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۶۵۸